© rasailojaraid.com

علامہ شہید نے عربی میں بہت زیادہ کام کیا

امام خانہ کعبہ الدکتور صالح ابن حمید حفظہ اللہ سے ایک انٹرویو

تحریر: جناب بشیر انصاری رکن مجلس ادارت

۲۳ مارچ کے سانحہ نے جہاں ہماری متاع گرانمایہ چھین لی ہے وہاں اس نے ہمیں ایسے زخم دیئے ہیں جو مدتوں مندمل نہ ہوسکیں گے۔ یہ سانحہ ہماری تاریخ کا ایسا سانحہ ہے جو المناکی میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ ستم یہ بھی ہے کہ اس سانحہ کو ایک سال کا عرصہ ہوا چاہتا ہے۔ مگر قاتل ابھی تک گرفتار نہیں ہوسکے۔ ادھر ملک میں احتجاجی تحریک زوروں پر تھی اُدھر رمضان کی آمد آمد تھی۔

ظاہر ہے رمضان المبارک میں احتجاجی تحریک کو اسی بھرپور انداز سے جاری رکھنا مشکل تھا۔ تاہم احتجاج کا انداز بدل گیا۔ تبلیغی جلسے، احتجاجی جلسوں کی صورت اختیار کر گئے۔ انہیں دنوں شہدائے اہلحدیث پر عموماً اور شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ پر خصوصاً دو چیزیں زیر ترتیب تھیں۔ اولاً ہماری کتاب علامہ ظہیر — ایک عہد — ایک تحریک، جسے ہم اپنے فاضل دوست جناب قاضی محمد اسلم صاحب سیف فیروزپوری مدیر اعلیٰ مجلہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے اشتراک عمل سے مرتب کر رہے ہیں۔

ثانیاً، ترجمان الحدیث کا یہ شہدائے اہلحدیث نمبر۔ انکی تکمیل کیلئے سعودی عرب اور کویت کا سفر ضروری تھا تاکہ شہید ملت کے علمی نقوش سے خصوصی اشاعتوں کو مزین کیا جائے۔

چنانچہ ہم نے جناب قاضی صاحب اور مولانا محمد یوسف ضیاء صاحب امیر جمعیت اہلحدیث ضلع گوجرانوالہ سے ادائیگی عمرہ کا پروگرام بنایا۔ قاضی صاحب تو سیدھے جدہ پہنچ گئے، راقم الحروف اور مولانا محمد یوسف صاحب ضیاء نے براستہ

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

کویت ، سعودی عرب جانے کا فیصلہ کیا چنانچہ ہم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کویت پہنچے ۔ حاجی عبدالغنی صاحب کے ہاں قیام رہا ۔ البتہ مولانا عارف جاوید صاحب محمدی ، قاری نعیم صادق صاحب ملک ، مولانا محمد بشیر صاحب الطیب ، جناب یوسف توفیق ، جناب محمد یوسف ، محمد اسلم صاحب اور دیگر احباب کی رفاقت اور مسافر نوازی نے موسم کی شدت کے باوجود روزے کا احساس تک نہ ہونے دیا ۔ یہاں پانچ روز قیام رہا ۔ مختلف شیوخ سے ملاقاتیں ہوئیں ۔ یہاں کے احباب نے بھی حضرت علامہ کی شہادت کو بیحد محسوس کیا ۔ اور ہر حساس شخص کو اس سانحہ پر غمگین پایا ۔

کویت کے علمی حلقوں میں حضرت علامہ شہید کی تحقیقی کتابوں اور عربی تقاریر کا بڑا شہرہ تھا ۔ گھر گھر تقاریر کی کیسٹیں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ سنی جاتی ہیں ۔ کویت کے سلفی نوجوان حضرت علامہ کی دینی و ملی خدمات کے دلدادہ و شیدا ہیں ۔ کویت کے اخبارات اور علمی جرائد میں علامہ شہید پر بہت سے مضامین لکھے گئے ہیں ۔ اور لکھے جائیں گے ۔

ہم عید الفطر سے تین روز قبل کویت سے جدہ پہنچے ۔ اپنے پروگرام کی اطلاع بذریعہ فون دے دی تھی ۔ چنانچہ عزیزی شاہد بشیر ، حافظ عبدالکریم صاحب رئیس کلیۃ البنات ڈیرہ غازیخان اور مولانا محمد شریف صاحب چنگوانی مدیر مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان ہوائی اڈا پر موجود تھے ۔ امیگریشن وغیرہ سے فارغ ہوکر احرام باندھا اور شیخ عبدالکریم کی کار پر مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے ۔ نماز ظہر حرم شریف میں ادا کرکے عمرہ کیا ۔ اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے اپنے گھر کی بار بار زیارت کی توفیق بخشی ہے ۔ پھر احباب سے ملاقات کرکے سفر کا احساس بھی باقی نہ رہا ۔ طائف سے حاجی عبدالحق صاحب ، ابہا سے میاں منظور احمد صاحب طاہر ، ریاض سے عبدالقادر گوندل صاحب اور حافظ عبدالغفور صاحب تشریف لائے ہوئے تھے ۔ مکہ مکرمہ میں حاجی سراج دین صاحب ، مولانا محمد ابراہیم صاحب خادم قصوری ، قاری محمد شفیع صاحب ، نجم قصوری ، مولانا عبدالغفار صاحب ریحان ، شیخ محمد لقمان صاحب سلفی ، مولانا صدیق الحسن صاحب ہزاروی ، مولانا محمد حنیف ملتانی صاحب ، شیخ عبدالوکیل صاحب ہاشمی اور مولانا عبدالرب صاحب سے خوب ملاقاتیں رہیں ۔ اور شیخ عبدالکریم صاحب کے ہاں قیام رہا ۔ ہر مجلس میں سانحہ لاہور اور شہدائے اہلحدیث کا تذکرہ ہوتا رہا ۔ احباب ، تفتیش کی صورت حال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر گہری تشویش کا اظہار کرتے رہے۔

عید الفطر، مدینہ منورہ میں ادا کرنے کا پروگرام تھا چنانچہ شیخ عبد الکریم صاحب ہمیں اپنی کار میں مدینہ منورہ لے گئے۔ عزیزی شاہد البشیر بھی پانچ چھ روز ہمارے ساتھ ہی رہے اور عبد السلام یعقوب صاحب کے ہاں قیام کیا۔

شیخ عبد القادر حبیب اللہ السندھی، الشیخ ابو معاذ، ڈاکٹر ربیع صاحب، مولانا فضل الرحمٰن ہزاروی، مولانا شمس الدین صاحب افغانی، مولانا محمد اسلم صاحب حنیف، حافظ محمد اکرام صاحب سندھی، شیخ عبد الرحمٰن صاحب سندھی اور دیگر احباب سے خوب ملاقاتیں رہیں یہاں کے احباب بھی سانحۂ لاہور کے بارے میں بیحد متفکر تھے ——— مدینہ یونیورسٹی کے طلبہ اور متعدد احباب نے بتایا کہ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے جنازہ سے بڑا جنازہ اس سے قبل ہم نے نہیں دیکھا۔ پھر جنت البقیع میں امام مالکؒ کے پہلو میں تدفین بڑے نصیب کی بات ہے ؎

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

مدینہ منورہ واپسی پر ایئر کنڈیشنڈ بس پر سفر کیا۔ اس بار مولانا محمد اسمٰعیل صاحب علیم (ساہیوال) بھی شریک سفر تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر مختلف شیوخ سے ملاقاتوں کا پروگرام تھا۔ فی الحال امام کعبہ الدکتور صالح ابن حمید استاذ جامعہ ام القریٰ سے ملاقات کے تاثرات پیش کرتے ہیں ——— الدکتور صالح ابن حمید حفظہ اللہ سے ہماری دیرینہ یاد اللہ ہے۔ اسلئے کہ ان کے والد مرحوم سماحۃ الشیخ عبد اللہ ابن حمیدؒ ہمارے نہایت مہربان بزرگ تھے ان کی شفقتوں اور اللہ کے فضل و کرم سے ہمیں متعدد بار حج وعمرہ کی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ مرحوم کی متعدد عربی کتابوں کو ہم نے اُردو اور انگریزی میں شائع کیا۔ اور انہوں نے ہماری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔

مرحوم مجلس قضاء الاعلیٰ کے رئیس، هیئۃ کبار العلماء، مجلس فقہی اور رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے رکن تھے۔ آپ اشراف الدینی کے بھی رئیس رہے۔ آپ کا صدر دفتر ریاض میں تھا۔ قیام مکہ مکرمہ کے دوران آپ حرم میں درس دیتے، آپ بڑے محقق، ماہر قانون اور جید عالم تھے۔ ۱۹۸۲ء میں انکا انتقال ہوا۔

انہیں کے نامور فرزند الدکتور صالح ابن حمید حفظہ اللہ بھی بڑی فاضل شخصیت بہترین خطیب، اور ماہر استاذ ہیں۔ ایک روز صبح دس بجے ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے۔ عبد الکریم صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب ضیاء، مولانا عبد الغفار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحب ریحان اور عزیزی کاشاہد بشیر ہمراہ تھے۔ جناب عبدالغفار صاحب ریحان ترجمانی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ علیک سلیک اور مشروبات وغیرہ سے فارغ ہوکر اصل مدعا بیان کیا تو حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ شیخ صاحب نے بتایا کہ حضرت علامہ شہید سے ایک بار ہی ملاقات کا موقع ملا ہے۔ وہ جامعہ ام القریٰ میں تشریف لائے اور اساتذہ کی محفل میں ان کی گفتگو سے محظوظ ہوا تھا البتہ ان کی دو تین کتابیں پڑھنے کا ضرور موقع ملا ہے۔ میرے استفسار پر شیخ صاحب نے فرمایا کہ حضرت علامہ عربی میں اپنے الگ حکیمانہ اسلوب تحریر کے موجد تھے۔ انہوں نے کسی کا اسلوب نہیں اپنایا ان کی تحریریں عجیب قسم کا بانکپن تھا۔ زبان پر کمال قدرت، اظہار خیال پر مکمل قابو، انداز میں خود اعتمادی، اسلوب میں شگفتگی اور پیرایہ اظہار میں تازگی تھی۔ عجمی ہونے کے باوصف ان کے لہجہ سے عربیت ٹپکتی تھی۔ انہوں نے فرق پر جتنی کتابیں لکھی ہیں ان کے حوالوں پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا ہے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے۔ انہی کی کتابوں کے حوالوں سے لکھا ہے۔ اور حوالے نہایت دیانتداری کے ساتھ پیش کیے ہیں علامہ مرحوم بنیادی طور پر خطیب تھے اسلیئے ان کی تحریر میں خطابت کا رنگ نمایاں ہے ان کے انداز گفتگو، طریق استدلال پر تو گفتگو ہوسکتی ہے مگر ان کے حوالوں، مصادر اور مراجع کو جھٹلایا نہیں جاسکتا

میرے ایک ضمنی سوال پر شیخ صاحب نے فرمایا کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی سے علامہ مرحوم کی عربی تحریریں زیادہ چاشنی ہے۔ جسطرح اُن کی خطابت میں آبشار کا بہاؤ اور پہاڑوں کا جلال تھا۔ اسیطرح انکی تحریر میں جلال بھی ہے اور جمال بھی۔ شیخ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ علامہ مرحوم کی کتابوں پر دکتورہ ہونا چاہیے۔ تاکہ انکی اہمیت و معنویت مزید اجاگر ہوسکے۔

جب میں نے مولانا مودودیؒ اور علامہ مرحوم پر اظہار خیال کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ مولانا مودودیؒ نے خاصی عمر پائی ہے۔ وہ ایک جماعت کے بانی تھے۔ ان کی کتابوں کے عربی میں ترجمے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس علامہ مرحوم نے بہت تھوڑی عمر پائی ہے اور براہ راست عربی میں کتابیں لکھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے تھوڑی عمر میں بہت زیادہ کام کیا ہے۔ اور انہوں نے حقائق کو خلوص اور سچائی کے ساتھ اہل علم کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی کتابوں میں معلومات کا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔

باقی صـ ۱۴۷ پر

© rasailojaraid:com